



بلوچستان صوبائی اسمبلی کی کارروائی

اجلاس منعقدہ 20 جون 1996ء بمطابق 3 صفر المظفر 1417 ہجری

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱۔	آغاز تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	۱
۲۔	وقفہ سوالات	۲
۳۔	رخصت کی درخواستیں	۱۳
۴۔	مسودہ قانون نمبر ۵ (وزیر خزانہ نے پیش کیا)	۱۵
۵۔	میزانیہ سال ۹۷-۱۹۹۶ء پر عام بحث	۱۵
	۱۔ سردار محمد اختر مینگل کی تقریر	
	۲۔ ڈاکٹر سردار محمد حسین کی تقریر	

(الف)

1- جناب اسپیکر _____ عبدالوحید بلوچ

2- جناب ڈپٹی اسپیکر _____ ارجن داس بگٹی

1- سیکریٹری اسمبلی _____ اختر حسین خاں

2- جوائنٹ سیکریٹری (قانون) _____ عبدالفتاح کھوسہ

(ب)
صوبائی کابینہ کے ارکان

وزیر اعلیٰ	پی بی ۲۶ جھل گسی	۱۔ نواب ذوالفقار علی گسی
سینئر وزیر	پی بی ۳۳ لسبیلہ	۲۔ جام محمد یوسف
وزیر خزانہ	پی بی ۱۳ اژدہ	۳۔ شیخ جعفر خان مندو خیل
پبلک ہیلتھ انجینئرنگ	پی بی ۲۰ جعفر آباد I	۴۔ میر عبدالنبی جمالی
وزیر ترقیات و منصوبہ بندی	پی بی ۲ کونڈہ II	۵۔ ملک گل زمان کانس
وزیر لائیو اسٹاک	پی بی ۳۲ آواران	۶۔ میر عبدالحمید بزنجو
حج و اوقاف و زکوٰۃ	پی بی ۱۳ اژدہ قلعہ سیف اللہ	۷۔ ملک محمد شاہ مردانزی
وزیر تعلیم	پی بی ۷ تربت I	۸۔ ڈاکٹر عبدالملک بلوچ
وزیر مال و ایکسائز	پی بی ۳۸ تربت II	۹۔ مسٹر محمد ایوب بلیدی
وزیر اطلاعات، کھیل و ثقافت	پی بی ۳۹ تربت III	۱۰۔ مسٹر محمد اکرم بلوچ
وزیر مانی گیری	پی بی ۳۶ چنگور	۱۱۔ مسٹر چنگول علی بلوچ
وزیر آبپاشی و ترقیات	پی بی ۹ قلعہ عبداللہ II	۱۲۔ مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی
ایس اینڈ جی اے ڈی و قانون	پی بی ۱ کونڈہ I	۱۳۔ ڈاکٹر کلیم اللہ
وزیر جیل خانہ جات	پی بی ۱۱، لورالائی	۱۴۔ مسٹر عبید اللہ بابت
وزیر جنگلات	پی بی ۸، قلعہ عبداللہ I	۱۵۔ مسٹر عبدالقہار ودان
وزیر بلدیات	پی بی ۳۰، خضدار I	۱۶۔ سردار ثناء اللہ زہری
وزیر زراعت	پی بی ۲۹ قلات	۱۷۔ میر اسرار اللہ زہری
وزیر انڈسٹریز و معدنیات	پی بی ۲۳ بولان I	۱۸۔ حاجی میر لشکری خان ریسائی
وزیر داخلہ	پی بی ۱۸ کوبلو	۱۹۔ نوابزادہ گلزین خان مری
مواصلات و تعمیرات	پی بی ۱۶ سی	۲۰۔ نوابزادہ چیمکزین خان مری
وزیر خوراک	پی بی ۲۱ جعفر آباد II	۲۱۔ میر خان محمد خان جمالی
وزیر پیداوار و اسما	پی بی ۷ اسی زیارت	۲۲۔ سردار نواب خان ترین
وزیر صحت	پی بی ۱۰ لورالائی I	۲۳۔ سردار محمد طاہر خان لونئی

(ج)

دویر خاندانی منصوبہ بندی	پی بی ۱۲ بارکھان	مسٹر طارق محمود کھیران	۲۴
مشیر وزیر اعلیٰ	پی بی ۳ کوسٹ III	مسٹر سعید احمد ہاشمی	۲۵
وزیر بے محکمہ	پی بی ۷ پشین II	ملک محمد سردار خان کاکڑ	۲۶
ایچیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی	پی بی ۴ کوسٹ IV	عبدالوحید بلوچ	۲۷
ڈپٹی ایچیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی	ہندواقلیت	ارجنڈاس بگٹی	۲۸

اراکین اسمبلی

پی بی ۵ چاغی	حاجی نئی دوست محمد	۲۹
پی بی ۶ پشین I	مولانا سید عبدالباری	۳۰
پی بی ۱۵ قلعہ سیف اللہ	مولانا عبدالواسع	۳۱
پی بی ۱۹ اڈیرہ بگٹی	نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی	۳۲
پی بی ۲۲ جعفر آباد / نصیر آباد	میر ظہور حسین خان کھوسہ	۳۳
پی بی ۲۳ نصیر آباد	مسٹر محمد صادق عزانی	۳۴
پی بی ۲۵ بولان II	سردار میر چاکر خان ڈوکی	۳۵
پی بی ۲۷ مستونگ	نواب عبدالرحیم شاہوانی	۳۶
پی بی ۲۸ قلات / مستونگ	مولانا محمد عطاء اللہ	۳۷
پی بی ۳۱ خضدار II	مسٹر محمد اختر مینگل	۳۸
پی بی ۳۳ خاران	سردار محمد حسین	۳۹
پی بی ۳۵ لسبیلہ II	سردار محمد صالح خان بھوتانی	۴۰
پی بی ۴۰ گوادر	سید شیرجان	۴۱
عیسائی	مسٹر شوکت ناز مسیح	۴۲
سکھ پارسی	مسٹر سترام سنگھ	۴۳

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

اجلاس مورخہ 20 جون 1996ء بمطابق 3 صفر المظفر 1417 ہجری

بروز جمعرات بوقت گیارہ بج کر چالیس منٹ (قبل دوپہر)

زیر صدارت جناب ارجن داس بگٹی ڈپٹی اسپیکر صوبائی اسمبلی ہال کونینڈ
میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولانا عبدالمتین اخوندزادہ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ هَ الَّذِي

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَتْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ

الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ه

ترجمہ :- بہت بابرکت ہے وہ خدا جس کے ہاتھ بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ جس نے موت اور حیات اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے ”جو غالب اور بخشنے والا ہے۔“

وقفہ سوالات

جناب ڈپٹی اسپیکر : وقفہ سوالات مولانا عبدالباری صاحب سوال نمبر 346
دریافت فرمائیں۔

346- مولانا عبدالباری :

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

جنوری 1994ء تا 31 / دسمبر 1995ء کے دوران کتنے ارکان اسمبلی وزراء اور
سرکاری آفسران نے علاج معالجہ پر اخراجات (Reibursement) بلوں کے ذریعے
کس قدر رقم وصول کی ہے ان افراد کی مکمل تفصیل دی جائے؟ سردار محمد طاہر
خان لوئی (وزیر صحت) : جنوری 1994ء سے دسمبر 1995ء تک ارکان
اسمبلی وزراء اور سرکاری آفسران کے علاج معالجہ پر (Reimbursement) بلوں
کے ذریعے مبلغ 1,13,93,318/29 روپے خرچ کی جا چکی ہے جن کی تفصیل منجم ہے۔
لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

سردار محمد طاہر خان لوئی (وزیر صحت) : مولانا صاحب سوال میرے
خیال میں پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اگر کوئی ضمنی سوال ہے؟

مولانا عبدالباری : جناب کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : اگلا سوال بھی مولانا عبدالباری صاحب کا ہے۔

347- مولانا عبدالباری :

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بولان میڈیکل کالج میں مختلف ممالک کے طلباء /

طالبات کے لئے میڈیکل سہیلیں مخصوص ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان سیٹوں کی تعداد کس قدر ہے نیز سال 1992ء تا 1995ء کے دوران غیر ممالک کے کن کن طلباء / طالبات کو یہ اسپیشل سہیلیں دی گئی ہیں نیز اگر جواب اثبات میں ہے تو جن ممالک کے طلباء / طالبات نے یہ اسپیشل سیٹ نہیں لی تو یہ سیٹ صوبہ بلوچستان کے علاوہ دیگر صوبوں کے طلباء / طالبات کو دی گئیں ہیں یا نہیں تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت :

(الف) بولان میڈیکل کالج کونڈ میں مختلف ممالک کی سہیلیں مخصوص ہیں۔
(ب) بولان میڈیکل کالج کونڈ میں غیر ممالک کی کل 27 سہیلیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام ملک	سیٹوں کی تعداد
1	ایران	10
2	وسطی ایشیاء	10
3	سعودی عرب	04
4	انڈیا	02
5	افغانستان	1
	ٹوٹل	27

1992ء میں غیر ممالک کی سیٹوں پر صرف ایران کے پانچ طالب علموں نے بولان

میڈیکل کالج کونڈ میں داخلہ لیا تھا۔ جن کے نام بمعہ ولدیت درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت
1	مسمی غلام حسین نجفی ولد رمضان نجفی
2	مسماٹ منازارباب علی دوستی بنت محمد باقر
3	مسمی رضا دکانی ولد غلام حسین
4	مسمی سید محمد رضا عاصمی بہا بانی ولد سید محمد حسین
5	مسمی محمد رضا ناظم ولد عبدالحق

غیر ممالک کی باقی 22 سیٹوں پر وزیر اعلیٰ صاحب صوبہ بلوچستان نے جو اسپیشل سیشن دی تھیں اس میں ایک طالب علم مسمی اسد عبدالملک ولد عبدالملک الطف جن کا تعلق یمن سے تھا اور صوبہ بلوچستان کے علاوہ پنجاب صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد کو بھی یہ اسپیشل سیٹ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے دی گئیں تھیں وہ یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت	صوبہ	نام سیٹ غیر ممالک
1	مسمی سہیل یوسف ولد محمد یوسف	پنجاب	ایران
2	مس شازیہ میمن بنت عزیز اللہ میمن	سندھ	سعودی عرب
3	مسمی فواد احمد ولد عبد الحمید	سرحد	انڈیا

بھایا غیر ممالک کی 18 سیٹوں پر داخلہ کے لئے وزیر اعلیٰ بلوچستان نے صوبہ بلوچستان

کے طالب علموں کو بطور اسپیشل سٹیپنڈی دی گئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت	ضلع	نام سٹیپنڈی غیر ممالک
1	مسمی طارق محمود ولد خیر بخش	چاغی	سعودی عرب
2	مسمی عبدالکریم ولد حاجی عبدالحمید	ہنچگور	سعودی عرب
3	مس سعیدہ نصیر بنت محمد نصیر	خضدار	سعودی عرب
4	مسمی حماد حنیف ولد محمد حنیف	کوئٹہ	ایران
5	مس نازش جعفر بنت غلام محمد جعفر	موسی خیل	ایران
6	مسمی محمد نسیم ولد ارباب عبدالصمد	کوئٹہ (ر)	ایران
7	مسمی کامران ولد ارباب غلام محمد	کوئٹہ	ایران
8	مس روبیہ عبداللہ بنت عبداللہ	قلات	افغانستان
9	مس فریحہ اکبر بنت محمد اکبر	کوئٹہ	وسطی ایشیا
10	مس سعید میمونہ گیلانی بنت سید احسان	کوئٹہ	"
11	مسٹر حافظ عبدالناصر ولد قاضی داد محمد	زیارت	"
12	مس عائشہ رؤف	کوئٹہ	"

		بنت عبدالرؤف	
13	پشین	مس یاسمین کاکڑ بنت ڈاکٹر کلیم اللہ	"
14	کونہ	مسمی آفتاب ضیاء ولد فضل الہی	وسطی ایشیا
15	"	مس دردانہ ملک بنت عبدالواحد کاسی	"
16	"	مس فریضہ بنت کرئل محمد اکبر	"
17	پشین	مس زرمینہ ترین بنت عبدالرشید ترین	"

بوجہ ہڑتال ریکارڈ برائے 1994-93ء پر نپہل بولان میڈیکل کالج سے موصول نہیں ہو سکا۔ جو موصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔ 1995-94ء میں غیر ممالک کی سیٹوں پر صرف ایران اور افغانستان کے طالب علموں نے بولان میڈیکل کالج میں داخلہ لیا تھا۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	ملک
1	محمد عید گل ولد امیر محمد گل	افغانستان
2	مسز موجگان محمدی	ایران
3	مس گلبرگ ناصری	"
4	مسز زہرہ کا زمین بخافادی	"

"	مسٹر محمد رضا عرب علی دستی	5
"	مسٹر حسین مرادی	6
"	محمود بنجاد محمد نامی	7
"	مس مرزائیہ فورز مزمز	8
"	مس زہرہ حیات لایندہ	9
"	مسٹر کیاوان دستاچی	10
"	مسٹر سید احسان طیب	11

بقایا غیر ممالک کی سولہ سیٹوں پر داخلہ کے لئے وزیر اعلیٰ بلوچستان نے صوبہ بلوچستان کے طالب علموں کو بطور اسپیشل سیٹیں دی تھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام بمعہ ولدیت	ضلع
1	مس فہمیدہ بی بی بنت محمد نور	کچھی
2	مس فوزیہ اچکزئی بنت محمد خان اچکزئی	قلعہ عبداللہ
3	مسٹر چاکر خان ولد تاج محمد خان مری	کوہلو
4	نصیب اللہ ولد نظام الدین	لورالائی
5	مس شاہ نبیلہ ریاض بنت محمد ریاض الدین	کوئٹہ (دیہی)
6	مس فوزیہ کاسی بنت ملک محمد اعظم کاسی	کوئٹہ (شہری)
7	مس رخسانہ نیلوفر	مستونگ

جناب ڈپٹی اسپیکر : مولانا عبدالباری صاحب سوال نمبر 347 پر کوئی ضمنی سوال ہے تو مولانا صاحب دریافت فرمائیں۔

مولانا عبدالباری : سوال نمبر 327

سر دار محمد طاہر خان لونی : میرے خیال میں جواب تفصیل سے دیا ہوا ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ پڑھ کر سنا لیں تو میں پڑھ کر سنا تا ہوں۔

مولانا عبدالباری : یہ غیر ممالک کے جو بائیس سٹیٹس ہیں بولان میڈیکل کالج میں۔

سر دار محمد طاہر خان لونی : بائیس نہیں (27) ہیں۔

مولانا عبدالباری : یہاں پر بائیس لکھا ہے جب کہ ستائیس (27) سٹیٹس ہیں جب وہ لوگ نہیں آتے ہیں اس کو ختم کر کے ریگولرائز کریں۔

سر دار محمد طاہر خان لونی (وزیر) : میرے خیال میں اس سال کوئی ایسا پروگرام ہے ابھی تک تو ختم نہیں ہوئے ہیں۔

مولانا عبدالباری : گمنی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں بتا رہے ہیں کہ کر دیا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ ابھی تک نہیں ہوئے ہیں۔

سر دار محمد طاہر خان لونی (وزیر) : گورنر صاحب کے ساتھ میٹنگ ہوئی تھیں اس کا ابھی تک نوٹیفکیشن نہیں ہوا ہے۔

مولانا عبدالباری : ٹھیک ہے کیونکہ اس میں بہت سی چیزیں ہو رہی ہیں بہت

سے جراثیم ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : مولانا عبدالباری صاحب سوال نمبر 348 دریافت فرمائیں۔

348- مولانا عبدالباری :

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول ہسپتال کوئٹہ میں اکثر ڈاکٹرز وابستگی پر کام کر رہے ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں ان ڈاکٹرز کی تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت :

(الف) یہ درست ہے کہ سول ہسپتال کوئٹہ میں کچھ ڈاکٹرز وابستگی کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔

(ب) مندرجہ ذیل ڈاکٹرز اسپیشلسٹ سول ہسپتال کوئٹہ میں وابستگی کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں ان کی وابستگی عوامی نمائندوں / وزراء کی سفارشات پر ہوئی ہیں۔

1- ڈاکٹر ذکیہ مجید، گائنی کالوجسٹ ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال لورالائی۔

2- ڈاکٹر زہت سعید جعفر گائنی کالوجسٹ ہیڈ آئی ہسپتال کوئٹہ

3- ڈاکٹر الیس اے رحمان چائلڈ اسپیشلسٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال اوٹھل۔

4- ڈاکٹر لطف علی چائلڈ اسپیشلسٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال قلات۔

5- ڈاکٹر اعجاز احمد چائلڈ اسپیشلسٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز قلعہ سیف اللہ۔

6- ڈاکٹر ایم حسین ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال پنجگور

7- ڈاکٹر نوروز علی میڈیکل آفیسر

8- ڈاکٹر سطمہ زیب لیڈی میڈیکل آفیسر

9- ڈاکٹر فردوس۔ لیڈی میڈیکل آفیسر^{۱۰}

10- ڈاکٹر گل لالہ۔ لیڈی میڈیکل آفیسر

11- ڈاکٹر جمالیہ خان۔ میڈیکل آفیسر

12- ڈاکٹر ناصر بلال میڈیکل آفیسر

ماسوائے سیریل نمبر 1-2-4-6 دیگر تمام ڈاکٹر صاحبان کی پوسٹنگ شدید خرابی صحت اور بغرض علاج و اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ٹیچنگ ہسپتال میں ان کی لازمی وابستگی کی ضرورت کے تحت پوسٹنگ کی گئی ہے دیگر ڈاکٹرز اسپیشلسٹ کی وابستگی محکمہ صحت ختم کرنے پر تیار ہے اگر اسمبلی میں اس امر کی یقین دہانی کرادی جائے کہ کوئی وزیر یا عوامی نمائندہ ان کے تبدیلی کے آرڈرز منسوخ کی سفارش نہیں کرے گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : سوال نمبر 348 سردار محمد طاہر خان لوہی۔ مولانا صاحب جواب تو لکھا ہوا ہے جو آپ نے ڈاکٹروں کے متعلق پوچھا ہے کہ انٹیجمنٹ پر ہیں واقعی کچھ ڈاکٹر Attachment پر ہیں۔

مولانا عبدالباری : اکثر ڈاکٹر Attachment پر ہیں اور دیہات میں بلڈنگیں کھڑی ہیں دوائی پہنچ رہی ہے تو اس بارے وزیر صاحب انکو آڑی کریں۔

سردار محمد طاہر خان لوہی : (وزیر) کیسے مولوی صاحب

مولانا عبدالباری : یعنی اکثر ڈاکٹر صاحبان Attachment پر سول ہسپتال میں اور دیہات ہیں جو بلڈنگیں آر سی سی یہ Basic health centre یا ڈسپنسریاں ہیں۔ وہ خالی پڑی ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹروہاں نہیں جاتے۔ اس پر آپ نے کوئی ایکشن لیا ہے؟

سردار محمد طاہر خان لوہی : (وزیر) میرے خیال میں مجھ سے آپ کو بہتر معلوم ہے کہ ہمارے اسمبلی کے جو ممبران یا وزراء صاحبان ہیں جب کسی ڈاکٹر کو ہم تبدیل کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی سفارش ہمارے پاس آجاتی ہے اور ہم مجبور ہو کر اس

ڈاکٹر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جب ہم ایک کو چھوڑتے ہیں تو پھر ہمیں سب کو چھوڑنا پڑتا ہے اگر آپ لوگ یہاں سب یہ وعدہ کر لیں کہ کوئی سفارش نہیں ہوگی تو انشاء اللہ ایک مہینے کے اندر اندر آپ دیکھیں گے کیا صورت حال ہوگی۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر میں طاہر صاحب کی تائید کرتا ہوں آپ مہربانی کر کے جتنے ممبر صاحبان ہیں۔ ان سے حلف لے لیں قسم لے لیں کہ وہ آئندہ کسی کی ناجائز سفارش نہ کریں وہ سب قرآن پر ہاتھ اٹھا کر یا قرآن چھوڑ دیں وعدہ کریں۔ کہ کسی کی سفارش نہ کریں ڈاکٹر صاحبان کو چھوڑ دیں جائے دیہات میں۔ دیہاتی لوگ بھی مریض ہوتے ہیں پریشان ہوتے ہیں یہ ہے جناب اسپیکر جس طرح سردار صاحب فرما رہے ہیں میں اس کا تائید کرتا ہوں کہ سارے ممبر صاحبان سفارش نہ کریں ڈاکٹر کو بھجوادیں کام پر

شیخ جعفر خان مندوخیل : (وزیر) ڈاکٹر کی انجمنٹ کے لئے ہم انشاء اللہ سفارش نہیں کریں گے وہ اپنی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان کو بھیج دیں شرط یہ ہے کہ ان کو بھیج نہیں سکیں گے کیونکہ ڈاکٹر ابھی آسانی کے عادی ہو گئے ہیں وہ جائیں گے نہیں۔

سردار محمد طاہر خان لونی : (وزیر) جناب جعفر صاحب بھیج تو ہم سکیں گے ہمارے پاس یہ اختیارات ہیں کہ ہم اس کو معطل بھی کر سکتے ہیں اس پر کیس بھی چلا سکتے ہیں اس کو ڈس مس بھی کر سکتے ہیں ان کو ملازمت کا بھی خیال ہوتا ہے مگر اس نام پر چونکہ آپ کی سپورٹ ان کے ساتھ ہے اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ آپ ان کی سپورٹ چھوڑ دیں۔ دیکھیں وہ جاتے ہیں یا نہیں جاتے ہیں؟

جناب ڈپٹی اسپیکر : اگلا سوال مولانا عبدالباری صاحب کا ہے دریافت فرمائیں۔

349- مولانا عبدالباری :

۱۲
کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میڈیکل اسٹور ڈپو (M.S.D.) میں تین میڈیکل آفیسر

تعیینات ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا انچارج ایم ایس ڈی کے علاوہ دیگر ڈاکٹروں کی اضافی تعیناتوں کی کیا وجہ ہے تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت : یہ درست ہے کہ ایم ایس ڈی میں اس وقت تین ڈاکٹرز تعینات ہیں اور ان کی تعیناتی کی وجوہات ایم ایس ڈی میں انتظامی کام کی زیادتی دوائی اور آلات اور دیگر مشینری کے حساب کتاب کو درست حالت میں رکھنے کے لئے ہیں ان تینوں کے کام کو انتظامی لحاظ سے درست رکھنے کے لئے اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔

آفیسر انچارج ایم ایس ڈی :

انچارج ایم ایس ڈی کا کام انتظامی لحاظ سے سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہوتا ہے وہ بحیثیت انچارج تمام کام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور باقی دو ڈاکٹرز اس کی زیر نگرانی کام سرانجام دیتے ہیں۔ ایم ایس ڈی میں ان تمام انتظامی امور کی انجام دہی کے علاوہ آلات جرائی اور دیگر خریداری کے ٹینڈر دینا اور خریداری کمیٹی کے لئے ٹینڈر (دوسرے کے مقابلے سے جانچی جانے والی اسٹیٹمنٹ) تیار کرنا۔ اور خریداری کمیٹی کی میٹنگ بطور سیکریٹری خریداری کمیٹی کو بلانا حساب کتاب کی سالانہ آڈٹ کرانا حکام بالا کا جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

میڈیکل آفیسر انچارج میڈیسن اسٹور :

اس ڈاکٹر کا کام صوبے کے تمام ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسرز کو ان کے کوٹے کے مطابق ماہواری دوائی دینا اور اس کے حساب کتاب رکھنا اور اپنی زیر نگرانی اسٹور کی ذمہ داری سنبھالنا اور انچارج ایم ایس ڈی کو جواب دینا ہوتا ہے۔

میڈیکل آفیسر انچارج آلات جرائی اور مشینری :

اس ڈاکٹر کا کام صوبے کے تمام ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسروں کو ان کے کوٹے کے مطابق ماہوار آلات جرائی اور مشینری دینا اور ان کا حساب کتاب رکھنا اور اپنی زیر نگرانی اسٹور کی ذمہ داری سنبھالنا اور انچارج ایم ایس ڈی کو جواب دینا پڑتا ہے۔

سردار محمد طاہر خان لونی : مولانا صاحب آپ نے لکھا ہے کہ (ایم ایس ڈی) میں تین ڈاکٹرز ہیں ایک انچارج ہے دو اس کے انڈر کام کرتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : وزیر صاحب آپ کے اطلاع کے لئے اور آپ کے جواب کی تصحیح کرنے کے لئے یہ تین نہیں بلکہ چار ہے ہیں۔

سردار محمد طاہر خان لونی : نہیں یہ تین ڈاکٹرز ہیں ایک کوئی کمپاؤنڈر ہوگا میرے خیال میں ڈاکٹرز تین ہیں۔

مولانا عبدالباری : یہ انچارج داد محمد ہے اور شبیر اسماعیل اور ارباب اسلم تین ڈاکٹرز ہیں۔

سردار محمد طاہر خان لونی (وزیر) : مولانا صاحب انچارج کے ساتھ تین ڈاکٹرز ہیں۔

مولانا عبدالباری : مگسی صاحب نے کہا چار ہو گئے ٹھیک ہے جواب غلط ہو گیا۔

سردار محمد طاہر خان لونی : جب چار نہیں ہیں اور آپ خواہ مخواہ چار کر رہے ہیں۔

مولانا عبدالباری : مگسی صاحب نے چار مان لیا۔

سردار محمد طاہر خان لونی : جب وہاں چار ڈاکٹرز ہے نہیں تو کیسے چار کریں۔

مولانا عبدالباری : تو ایسا کریں چار کے ساتھ ایک صفر لگائیں تو چالیس ہو جائیں گے۔

سردار محمد طاہر خان لوئی (وزیر) : مولانا صاحب ایک ایک دے دیں۔ تو پھر چار ہو جائیں گے۔

مولانا عبدالباری : نہیں میں نہیں لگا سکتا ہوں۔ آپ مجھے کو پابند کریں کہ وہ صحیح جواب دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : رخصت کی اگر کوئی درخواست ہو تو سیکریٹری اسمبلی پڑھیں۔

ڈاکٹر کلیم اللہ خان : (وزیر) جناب اسپیکر میں سلف ایکسپلینیشن دینا چاہتا ہوں آپ مجھے اجازت دے دیں کل محمد شاہ خان مردانزی نے ایک وضاحتی بیان میں کچھ ایسی باتیں کی ہیں ہمارے حقوق مجروح ہوئے کیونکہ میں وضاحت دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا بعض (اے سی) صاحبان کو اس لئے Appoint کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کلیم اللہ ان کو چندے کی شکل میں رشوت لیتا ہے۔ یہ میرے خلاف ایک عجیب سی بات ہے آپ کے توسط سے یا اس اسمبلی کی توسط سے میں اس پر اپوزیشن کے لوگوں کو اس کمیٹی میں شامل کرتا ہوں۔ تاکہ وہ اس کی تحقیق کریں اگر کوئی ایسی بات ثابت ہوئی کہ کسی اے سی کے متعلق جس میں میرا کوئی مسئلہ تھا۔ تو میں اس سیٹ سے استعفیٰ دوں گا لہذا میں اپنا Explanation دینا چاہتا ہوں۔

مولانا عبدالباری : کل حاجی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کا نام نہیں لیا تھا پارٹی کا نام لیا تھا۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر : مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں میں بحث کی اجازت نہیں دوں گا مردانزی صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں رولز 230 کے تحت بحث کی

محمد اختر مینگل صاحب، سردار محمد حسین صاحب جی سردار اختر مینگل صاحب۔

سردار محمد اختر مینگل : جناب اسپیکر 16 جون کو ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا تھا۔ بجٹ پر بحث شروع کرنے سے پہلے کچھ آئینی پیچیدگیاں ہیں ان پر ذرا روشنی ڈالوں گا۔ جناب اسپیکر وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے جناب اسپیکر بجٹ پیش کرتے وقت حکومت نے نہ صرف اپنی کارکردگی کے جائزہ کا موقع فراہم کرتا ہے بلکہ حکومت اپنے آئندہ کے منصوبوں کے لئے بھی حکومت کی منظوری بھی حاصل کرتی ہے یہ احتساب اور جوابدہی کا موقع بھی ہے بقول ان کے یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ انہوں نے حکومت کو کسی کے سامنے جوابدہی کا موقع دیا۔ لیکن یہ کیا ہی اچھی بات ہوگی کہ وہ خود بھی تسلیم کریں کہ جو اقدامات انہوں نے اپنے دور اقتدار میں کئے ہیں وہ کہاں تک عوامی انگوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ جناب اسپیکر میرے خیال میں وزیر خزانہ اپنی کارکردگی کا جائزہ لیں تو ان کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملے گا خود ان کی تقریر اور خود اس پر بحث کریں گے اور دیکھا بھی جائے گا کہ ان کی بہت سی چیزیں متنازعہ ہوں گی۔ جناب اسپیکر جن پر پھر سبھی ان کو نخر محسوس ہوا اس حکومت کے دور اقتدار میں جو مالی بے ضابطہ کاریاں ہوئی ہیں وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں اس حکومت کو تقریباً "تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کوئی ایسا دن نہیں گزرتا عوامی نمائندوں کے حوالے سے عوامی فورم کے حوالے سے پبلک کے حوالے سے حکومت کی بے ضابطگیوں کے ثبوت یا دلائل لوگ نہیں دیتے ہیں جن کی تفصیل سے میں آئندہ مطلع کروں گا۔ جناب اسپیکر لیکن یہ حقیقت ایوان کے سامنے لانا چاہوں گا مجھے امید ہے کہ یہ ایوان اس پر ضرور بحث کرے گا۔ جناب اسپیکر مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم آئین کی طرف جائیں پاکستان کے آرٹیکل 160 سوری (sorry) 60 اور 127 اور این ایف سی ایوارڈ کو ملا کر پڑھیں تو تو آئین ہمیں ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے کہ صوبہ خسارہ کا بجٹ پیش کر کے اگر ہم ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو

شاید ہم اپنی روایتوں کو بھول جائیں۔ وہ بھی بہت کچھ کرتے ہیں وہ ویلا (villa) خریدنے جارہے ہیں۔ ہم بھی وزیر اعلیٰ سے کوئی ویلے وغیرہ خریدیں۔ (آپس میں باتیں)

ہمیں آہن ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ صوبہ خسارہ کا بجٹ پیش کر کے این ایف سی ایوارڈ اور آر نیکل 161 اور 67 پاکستان میں صرف پاکستان میں صرف بیس کروڑ روپے تک بارویگ (Borrowing) کر سکتا ہے۔ یہ آپ کے آئین میں ہے اور آئین کے حوالے سے جو پراونشل اسمبلی کا ایکٹ ہے اس کے مطابق 20 کروڑ روپے کی بارویگ کر سکتا ہے۔ جناب اسپیکر جبکہ ہمارا جو خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ تقریباً دو ارب کے قریب ہے۔ یہ خسارہ پورا کہاں سے کریں گے۔ (آواز اللہ تعالیٰ پورا کرتے گا) تو پھر بجٹ بھی اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں کہ وہی بنائے آپ اور ہم کیوں تکلیف کرتے ہیں اور بجٹ کیوں کرتے ہیں صرف اس امید پر کہ وفاقی حکومت صوبائی حکومت کا خسارہ پورا کرے گا یہ بات تو پھر خواب و خرگوش کی طرح ہوئی ہم یہی سوچ رہے ہیں کہ یہ ہمیں وفاق کی طرف سے کب ملے گی آیا وفاق نے پہلے ہمیں کچھ دیا ہے جو وہ ہمیں آج کچھ دے گا اس پر میں بجٹ بعد میں کروں گا جناب والا یہ جو آئینی مسئلہ ہے اس پر تمام ایوان اگر اس کو آئینی مسئلہ سمجھتا ہے تو اس پر بجٹ کرنے ہم نے صوبہ بلوچستان کو (18) اٹھارہ ارب روپے کا بجٹ پیش کر دیا ہے۔ جس میں سے ساڑھے پانچ ارب روپے ترقیاتی مد میں خرچ ہوں گے جبکہ وزیر خزانہ صاحب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے پاس صرف سو کروڑ روپے موجود ہیں اگلے سال یعنی 1996-97ء کے دوران ہم اپنی صوبائی آمدنی اٹھ کروڑ روپے پر نظر ثانی بجٹ باسٹھ کروڑ روپے پر لائیں گے کیا یہ حکومت ایک سو تین کروڑ روپے کے وسائل سے پانچ سو پچاس کروڑ روپے کے اخراجات صرف اس امید پر عملدرآمد کرے گی کہ ہمارے خسارے کی رقم وفاقی حکومت ادا کرے گی جناب والا۔ اگر ان اعداد شمار کو اکٹھا کیا جائے تو یہ صاف ظاہر سی

بات ہے کہ حکومت نے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اسمبلی کو دھوکہ دہی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے کیونکہ ہم حقیقت پسند ہیں اگر چاہیں اگر نہیں چاہیں تو کچھ بھی کریں تو پھر ہم حقیقت پسند نہیں ہو سکتے ہیں جناب اسپیکر ہماری اور عوام کی یہ مجبوری ہے جس کی وجہ سے ہم بجٹ پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ حکومت جس کا ظاہری خسارہ بیس ارب روپے کے لگ بھگ ہے اور این ایف سی اپوارڈ 1990ء کی روشنی میں اسمبلی میں خسارہ کا بجٹ حکومت پیش نہیں کر سکتی ہے۔ تو جناب والا یہ پیش کیسے کیا گیا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے تو میں چاہوں گا کہ اس پر بحث ہو اور پھر بحث پر میں نے یہ آئینی نکات آپ کو بتائے ہیں کہ آئین کے حوالے سے اس کی وضاحت کی جائے اور وزیر خزانہ اس کی وضاحت کریں اس کی وضاحت کیسے کی گئی ہے 1973ء سے لے کر آج تک بلوچستان کے خسارے کا بجٹ پیش ہی نہیں کیا گیا ہے یہ پہلی مرتبہ ہے کہ بلوچستان کے خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ ہم دیکھیں سپلیمنٹری جو بجٹ پیش کئے جاتے ہیں وہ تقریباً "ہمارے دو ارب روپے کے ہیں اس کے علاوہ جو اخراجات ہیں اس کا تو حساب کتاب ہے ہی نہیں اگر اس پر ابھی بحث کی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

وزیر خزانہ : جناب والا ابھی تو سردار صاحب تقریر کر رہے ہیں بطور لیڈر آف دی اپوزیشن اس کے علاوہ دوسرے معزز ممبران بھی تقریر کریں گے۔ اس پر جو اعتراضات ہیں انہیں میں نوٹ کر رہا ہوں ان سب کی وضاحتیں میں اپنی دائرہ ذمہ داری میں کروں گا بجٹ کا طریقہ کار تو یہی ہوتا ہے۔

جناب اسپیکر جب بجٹ کی بحث شروع ہوتی ہے اگر ان کی خامیوں اور کوتاہیوں پر ہم نظر نہیں رکھنا چاہتے تو بہر حال ہم جو کچھ اس کی کوتاہیاں اور خامیاں بتائیں کل بھی میں یہ بتا رہا تھا تو جب ہاتھ کھڑے کرنے کی بات آتی ہے تو ان کے ہاتھ زیادہ ہیں اور ہمارے ہاتھ کم ہیں۔ (مداخلت) جب پورے ملک میں ڈیمو کریسی نہیں ہے تو بلوچستان

میں ڈیموکریسی ہے جناب اسپیکر جب سے یہ ملک بنا ہے پاکستان کا وجود جس دن سے رکھا گیا ہے مختلف دور حکومت میں مختلف حکمران یہاں سے گزرے ہیں ہر کوئی حکمران یہاں سے گزرے ہر ایک نے یہی بات کہہ کر یہی سبز باغ دکھلا کر ہمارے دل بہلانے کی کوشش کی ہے کہ بلوچستان کے ساتھ گزشتہ دور حکومت میں یا گزشتہ حکمرانوں نے بڑی زیادتیاں کیں ہیں ہمارے آنے کے بعد ان زیادتیوں کا ازالہ کیا جائے گا وہ حقوق جو حقوق بلوچستان کو اب تک نہیں ملے ہیں بقول ان حکمرانوں کے یا موجودہ حکمرانوں کے ان کے وہ حقوق دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر یہ دیکھا جائے بلوچستان کی تاریخ کو دیکھا جائے ہر ایک نے یہ زبانی حوالے سے تو یہ باتیں کی ہیں مگر عملی طور پر وہ اقدام کئے ہیں وہ حرکتیں کیں ہیں کہ گزشتہ گزرا ہوا حکمران بھی اس پر شرمندہ ہوا ہے ہر کوئی حکمران یہاں آیا ہے اس کے دور میں جو ہم پر ظلم اور زیادتیاں ہوئی ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دور اقتدار مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اس اقتدار کو طول دینے کی کوشش کی ہے مگر جس روز ہمارے حقوق کی بات آئی ہے تو سب سے پہلے نظر اندازی یا جواب بھی ان ہی حکمرانوں سے دیا گیا ہے مرکزی حکومتوں کی ہے نہ صرف آج کی مرکزی حکومت کا میں کہتا ہوں یہاں پر مارشل لاء دور گزرے ہیں یا اسلامی حکومتیں آئی ہیں یہاں پر اسلام کے بڑے چمپئن آئے ہیں یہاں پر ڈیموکریسی کے بڑے چمپئن آئے ہیں یہاں پر مارشل لاء کے نام پر حکومتیں قائم کی گئی ہیں یہاں پر ہر دور حکومت میں اس صوبے کے ساتھ زیادتیاں ہوتی رہی ہیں مرکز سے ہرگز میرا یہ مطلب نہیں کہ آج پیپلز پارٹی کی حکومت ہے چاہے آج پیپلز کی حکومت ہے کل نواز شریف کی مسلم لیگی کی حکومت رہی ہے اس سے پہلے ضیاء الحق کے مارشل لاء کی نام نہاد مسلم لیگی حکومت رہی ہے ہر دور میں ہمارے ساتھ زیادتیاں ہوتی رہیں ہیں اور ہم چیختے چلاتے رہے ہیں ایوانوں میں ہم نے آوازیں اٹھائی ہیں ایوان سے باہر ہم نے آوازیں اٹھائی ہیں سینٹ میں قومی اسمبلی میں ہم نے آوازیں اٹھائی ہیں مگر ہر فورم میں ہمیں نظر انداز

کیا گیا ہے کسی نے ہماری آواز کو سننا بھی گوارا نہیں کیا ہے اور لڑنا اس پر اگر ہم نے حق کی بات کی ہے ہم پر ظلم کیا گیا ہے ہم پر فوج کشیاں کی گئی ہیں اس کی مثالیں اگر دی جائیں اس کی تاریخ میں اس کی گمراہیوں میں اگر ہم جائیں تو میرے خیال میں آج کے بجٹ کی بجٹ کو چھوڑ کے جو بلوچستان پر آج تک ظلم اور زیادتیاں ہوئی ہیں وہ بجٹ اسپینج کا جو بھی آپ نے ٹائم مقرر کیا ہے وہ تو اس میں چلا جائے گا میں ان گمراہیوں میں نہیں جانا چاہتا۔ جناب اسپیکر مگر جو کچھ زیادتیاں ہمارے ساتھ ہوئیں ان کی میں یہاں نشان دہی کرنا چاہتا ہوں مرکز کی طرف سے ہوئی ہیں یا یہاں کی ایجنسیوں کی طرف سے ہوئی ہیں فوج کی طرف سے ہوئی ہیں کیونکہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مرکز تو یہ بات ہمیں اپنے ذہن سے نکالنی چاہئے کہ مرکز میں کسی پارٹی کی حکومت ہے مرکز اگر ہے تو اس فوج کی حکومت ہے جس نے 1947ء سے لے کر آج تک اس ملک کو چلا رہی ہے بجٹ کا سب سے بڑا حصہ ان کو دیا جا رہا ہے ہر حکمران آتا ہے وہ عوام کو خوش کرنے کی بجائے یہاں پر بے کار بیٹھی ہوئی فوج کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے بجٹ کا زیادہ حصہ ساٹھ ستر فیصد حصہ اس فوج پر خرچ کیا جاتا ہے آپ کے ڈیفنس پر خرچ کیا جاتا ہے مگر آج تک عوامی نمائندے بھی خاموش ہیں جب ہم اقتدار سے باہر ہوتے ہیں ہمیں فوج نظر آتی ہے یہاں کی بیوروکریسی نظر آتی ہے ہمیں یہاں کی ظلم و زیادتیاں نظر آتی ہیں مگر جس وقت ہم اقتدار حاصل کر لیتے ہیں تو سب سے زیادہ کوشش ہماری رہتی ہے کہ ہم اپنی کرسی کو سمبھالیں مضبوط سے مضبوط تر کر لیں اور یہاں پر ایک اصول طے کیا گیا ہے کہ اقتدار کی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے ہمیں فوج کی ضرورت یا فوج کے سہارے کی ضرورت ہے اور جتنا ووٹ ہمیں عوام نے دیئے ہیں محنتیں کوششیں ہماری عوام کرتی ہیں ہمیں اقتدار تک یا اسمبلی تک لانے کی جدوجہد عوام کرتی ہے مگر جس وقت ہم لوگ اقتدار میں پہنچ جاتے ہیں سب سے پہلے ہمارے جوتے کی ایڑھی عوام کی گردن پر ہوتی ہے اور فوج کو ہم اپنے سر پر بٹھا کر گھمانا چاہتے ہیں اور اس وجہ

سے آج تک فوج یہاں کی بیورو کرسی یہاں کی ایجنسیاں بے لگام ہیں جناب اسپیکر کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں ہے جو مرضی آئے وہ کر سکتے ہیں قبائلی جھگڑے کرانا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے پارٹیوں کو آپس میں لڑانا جھگڑانا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے حکمرانوں کو تبدیل کرنا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے جناب اسپیکر یہ نہیں کہ میں اس پر فلسفیانہ طور پر نظر ڈال رہا ہوں مگر حقیقت کو دیکھا جائے تاریخ کو دیکھا جائے آج تک جو بھی دور اقتدار میں لوگ رہے ہیں جب بھی ہٹائے گئے ہیں وہ بددوق کی نالی سے ہٹائے گئے ہیں اپنی مرضی سے آج تک کوئی نہیں گیا ہے بھٹو کو جو پھانسی دی گئی ہاں ان کے کچھ گناہ تھے ان کے قصور تھے۔

بلوچستان کے ساتھ ان کی زیادتیوں کو جناب اسپیکر ہم آج تک نہیں بھولے ہیں مگر ان کو یہ حق نہیں دیا گیا تھا ان کو عوامی عدالت میں لایا جاتا اس کو پھر وہ پھانسی دیتے یا بری کرتے نواز شریف کو ہٹایا گیا بے نظیر کو پھیلی دفعہ اقتدار سے ہٹایا گیا یہی فوج تھی ایوان کے اندر سے ان کے خلاف کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی ہے اگر کوئی تبدیلی لائی گئی ہے تو جی ایچ کیو سے لائی گئی ہے فوج کے اداروں سے لائی گئی ہے فوج کی طاقت کے ذریعے سے تبدیلی لائی گئی ہے اور پھر بھی ان کی اس بے رحمی کی وجہ سے ہم اپنے ملک کا زیادہ تر ساٹھ ستر فیصد بجٹ کا حصہ اس ملک کے ڈیفنس پر خرچ کرتے ہیں اور اس کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا چاہتے ہیں کل جو جمہوریت کے حوالے سے ہمارے اقتدار میں آئیں تو وہ ہمارا ساتھ دیں۔ ہندوستان اور کشمیر تو ایک خیالی جن بنایا گیا ہے کہ کل ہندوستان آئے گا اور اسے ہمیں یہ فوج بچائے گی جناب اسپیکر یہ تو مرکز کی طرف سے اس حوالے سے میں نے بات کی دلائل دیئے ہیں جو ہمارے ساتھ ظلم اور زیادتیاں ہوتی ہیں اب جناب اسپیکر صوبے کی طرف آتے ہیں مرکز کی زیادتیاں تو پچھلے دوروں میں ہوتی ہیں اور یہی حال رہا تو امید نہیں بلکہ اس سے زیادہ یا بدتر رویہ ہمارے ساتھ اختیار کرے گا۔ وزیر خزانہ نے جو بجٹ تقریر کے دوران اعداد و شمار پیش کئے ہیں ان

سے اس دن بھی بات ہے ان کو خود کو بھی معلوم نہیں تھا کہ کیا کچھ اس میں لکھا گیا ہے وہ باقاعدہ فلکوز وزیر خزانہ صاحب نے بنائے ہیں کل جو سپلیمنٹری بجٹ پر میں نے تقریر کی تو وزیر خزانہ نے کہا کہ سردار صاحب نے صرف زبانی بتایا ہے مگر فلکوز پر روشنی نہیں ڈالی ہے اب میں ان کے فلکوز پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جو انہوں نے بجٹ اسپینج کے دوران پیش کئے ہیں جیسا کہ کل میں نے کہا تھا نہ صرف بلوچستان کے لوگ پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ ریڈیو ٹی وی پر ان کی تقریر سن رہے تھے مثال کے طور پر بجٹ کے صفحہ نمبر 2 پر شرح خواندگی بلوچستان کا 26 فیصد دکھائی گئی ہے آیا یہ ممکن ہے کہ بلوچستان میں واقعی شرح خواندگی کی شرح 26 فیصد ہے میرے خیال میں یہ غلط ہے اور اگر 26 فیصد بلوچستان کی شرح خواندگی ہوتی تو آج اسمبلی کی یہ حالت نہ ہوتی جو آج ہے (مداخلت) نہیں جی ہم تو اگھوٹھا چھاپ ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے فرمایا کہ صوبہ بلوچستان میں 38 اڑتیس فیصد لوگ بجلی کی سہولتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اڑتیس فیصد جناب اسپیکر۔۔۔۔۔ (مداخلت) جی سو میں اڑتیس بلوچستان کے تمام اڑتیس فیصد ہیں جی۔ کہاں اڑتیس فیصد ہیں؟ ایک تو واپڈا کے سلسلے میں آپ لوگ تقریریں کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ (مداخلت) بابا بچنے کے لئے ابھی ہم کھبالے کے یہاں پر لگائیں کیا ہم اس سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں؟ حقیقت کو بھی سمجھا جائے کہ اس سے ہمیں فائدہ کتنا ہے؟ آیا بجلی کے کھبے یا تار یا ٹرانسفارمر یہ ہماری ضرورت کو پورا کرتے ہیں؟ تو پھر ہم واپڈا کے خلاف کیوں تقریریں کر رہے تھے؟ یہاں پر ہم لوگوں نے قراردادیں لائیں واپڈا کے خلاف یہاں پر ریکوزیشن لائی گئیں واپڈا کے خلاف کھبے تو لگے ہوئے ہیں ان میں بجلی نہیں ہے۔ کھبے اس لئے تو نہیں لگائے ہیں کہ ان میں بجلی نہ ہو اس امید پر تو ہم اس ملک میں آئے ہیں واپڈا کی لوڈ شیڈنگ اور فلکوز سیشن وہ تو میرے خیال میں اس پر کافی بحث ہو گئی ہے ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے جناب اسپیکر اس کے علاوہ صفحہ نمبر 18 پر اگر ہم وزیر خزانہ کی تقریر دیکھیں تو انہوں نے کہا ہے کہ 95-1996ء کے

دوران ایس اے پی پروگرام کے تحت 39 لاکھ بچوں کو ٹیکے لگوائے ہیں۔ 39 لاکھ بچوں کو ٹیکے لگائے ہیں۔ سب سے پہلے مجھے وزیر خزانہ بتائیں کہ بلوچستان کی آبادی کیا ہے؟ 1981ء میں تو آپ کی آبادی 42 بیالیس لاکھ تھی۔ 1981ء کی مردم شماری میں آپ کی آبادی 42 بیالیس لاکھ تھی۔ اگر پندرہ سال میں اگر آپ دوگنی ان کو کریں تو 84 ہو جائے گی۔۔۔۔۔ (مداخلت) نہیں میں وہی بتا رہا ہوں 84 آبادی ہو جائے گی۔ 84 لاکھ میں 39 لاکھ تو صرف آپ کے بچے ہیں۔۔۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر : میں قائد ایوان سے اور اراکین اسمبلی سے درخواست کروں گا کہ کسی رکن کی تقریر کے دوران مداخلت نہ کرے اگر کوئی رکن کچھ کہنا چاہے تو کھڑے ہو کر اسپیکر کی اجازت۔۔۔۔۔

سرور محمد اختر مینگل : جناب اسپیکر ان کو مداخلت کرنے دیں پھر جب وہ تقریر کریں گے آپ ہمیں بھی اجازت دیں ہم بھی مداخلت کریں۔ 39 لاکھ جو بچے بتائے گئے ہیں تو میرے خیال میں وزیر خزانہ جو ہیں رقبے کے لحاظ سے فنڈ شمار کرتے ہیں وہ آبادی کے لحاظ سے کریں ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ تو آپ کی آبادی بڑھ گئی ہے یا ایسے تو نہیں ہے نصیر اللہ بابر کی طرح جو روڈ بناتے بناتے افغانستان پہنچ گئے ہیں ہمارے وزیر خزانہ ٹیکے لگاتے لگاتے افغانستان کے لوگوں کے بچوں کو بھی ٹیکے لگا کر آئے ہیں۔ جی! (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر : جعفر صاحب ہاؤس کے تقدس کا خیال رکھیں۔ سرور محمد اختر مینگل : جناب اسپیکر یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو خود آج کے اس ایوان میں وزیر خزانہ کی غلط بیانی کی ترجمانی کرتے ہیں جناب اسپیکر ہم کیوں نہ حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں۔ ہم لوگوں نے اگر پانچ لاکھ بچوں کو ٹیکے لگائے ہیں تو ہندوں میں ان کو ویسے ہیر پھیر کرنے میں بیورو کرسی کو تو زیادہ وقت تو نہیں آتی۔ پانچ کو انہوں نے ہم لوگوں نے 39 لاکھ کر کے کیوں دکھائے ہیں؟ ساری دنیا ہمارا مذاق اڑا

رہے ہے کہ بلوچستان کے وزیر خزانہ جو بجٹ پیش کر رہے ہیں انتالیس کی بچوں کی آبادی بتائی ہے۔ آیا وزیر خزانہ صاحب نے ہم کو اور اپنے کو اور میرے خیال میں مجھے بھی بچوں میں شمار کیا ہے۔ اچھا صفحہ 20 پر اگر دیکھیں جناب اسپیکر رواں مالی سال کے دوران 18 لاکھ بچوں کو جو کہ پانچ سال سے کم کے ہیں۔ انتالیس لاکھ تو سب بچے ہو گئے ابھی اٹھارہ لاکھ جو ہیں وہ پانچ سال سے کم عمر کے ہیں۔ اب فرق دیکھیں ان میں اٹھارہ اور انتالیس میں خود ہی اپنی تقریر پر خود نش رہے ہیں تو میں کیا روؤں۔ میرے خیال میں نہ کہ صرف مہری سمجھ سے بلکہ ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام افراد چاہے وہ ٹریڈری سنیڈر پر بیٹھے ہوں اپوزیشن سنیڈر پر بیٹھے ہوں آزاد سنیڈر پر بیٹھے ہوں یا یہاں پر موجود دوسرے جو پورہ کرسی کے حوالے سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یا پبلک کے لوگ بیٹھے ہیں ان کی بھی سمجھ میں یہ بات آج تک نہیں آئے گی کہ یہ اعداد و شمار کیسے لکھے گئے ہیں۔

۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر : جناب بابت خان صاحب آپ اگر بولنا چاہیں تو اٹھ کر بولیں۔

سردار محمد اختر مینگل : اب جناب اسپیکر آپ ہی ہمیں بتا سکتے ہیں کہ اس لغامی بجٹ کو ہم تسلیم کریں یا نہ کریں اس کی آئینی وجہ دیا گیا جو ہیں اس پر ہم نے نظر ڈالی۔ وہ جو لیکچر جن کا الزام وزیر خزانہ مجھ پر لگا رہے تھے وہ بھی میں نے ان کو بتا دیا اب اس کی منظوری تو ظاہر پھر بھی وہی دیں گے۔ چاہے اٹھارہ ہوں انتالیس ہوں دو سو بچے ہوں ان کو ہاتھ کھڑے کرنے ہیں۔۔۔۔۔ (مداخلت) جی! نہیں نہیں آپ کو تو اختیار ہیں کم کرنے کا بڑھانے کا نہیں ہے۔ جناب اسپیکر ہمارے فاضل دوست نے سڑکوں کے نام دیئے ہیں صفحہ 24 پر سڑکوں کے بارے میں کچھ اعداد و شمار اور کچھ سڑکوں کے نام بھی دیئے ہیں اور اس کے علاوہ پی ایس ڈی پی کے صفحہ 19، 20، 21 اور 22 میں تفصیل دی گئی ہے۔ سڑکوں کے متعلق اسکیمات کی تفصیل اخراجات مختص شدہ رقم برائے

1996-97ء کے مندرجات دیئے ہیں جن کا اگر ہم ٹوٹل تخمینہ نکالیں تو تقریباً 35 ارب روپے آتا ہے۔ ایک طرف جناب وزیر صاحب اپنے محدود وسائل کی بات کرتے ہیں ہر جگہ پر کہتے ہیں کہ ہمارے وسائل جو ہیں محدود ہیں۔ اخراجات ہم کم کرنا چاہتے ہیں اور پینتیس ارب روپے وہ ٹوٹل تخمینہ جو ہے ہمارا سڑکوں پر آرہا ہے۔ 35 ارب جی ہاں میں آپ کو بتاتا ہوں 1996-97ء سے لے کر اگر ان کو ہم ٹوٹل لگائیں۔ جب وہ کمپلٹ ہوں گی تو چاہے دس سال لگیں اس کو 35 پینتیس ارب تو ہوئے ناں چاہے اس کو آپ ایک دن میں کھائیں دس سال میں ہو۔ 35 ارب روپے تو ہیں اپنی جگہ پر۔ شاہ صاحب بڑے بڑے بلا نوش بیٹھے ہیں کھریوں ایک دن میں کھا جاتے ہیں۔ اور اس پر ہم اپنی بے بسی بھی ظاہر کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر ہم کتنے بے بس ہیں ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں۔ صوبہ ہمارا کتنا پسماندہ ہے۔ صوبہ کی کل آمدنی جو خود وزیر خزانہ بھی اعتراف کر چکے ہیں اور حقیقت ہے کہ یہ 62 کروڑ ہیں۔ خود اپنی اس کی آمدنی غیر ترقیاتی اخراجات 13 ارب کے قریب پہنچ چکی ہے۔ بے روزگاری عروج پر ہے تعلیم کا فقدان ہے بجلی میسر نہیں یہ ان کے بقول وفاق خسارہ پورا نہیں کرتا۔ پینے کا پانی مسئلہ بنا ہوا ہے صنعتیں نہ ہنوںے کے برابر ہیں صحت کی سہولت مہیا نہیں ہے دوسری طرف 35 ارب جو ہیں وہ صرف سڑکوں پر خرچ کئے جا رہے ہیں جناب اسپیکر اپنے تمام کام پل ایس ڈی صرف موجودہ جاری اسکیمات برائے سڑک کے لئے خرچ بھی کر رہے ہیں تو یہ روڈ تقریباً "بیس سال میں وہ دس سال کا کہہ رہے تھے میں نے جو اس کا اندازہ لگایا تقریباً "بیس سال لگیں گے اس پر تقریباً "بیس سال لگیں گے اس پر جبکہ سڑکوں کی ان جاری اسکیمات میں چھ کا تعلق جن کا تخمینہ لاگت تین ارب سے زیادہ ہے صرف جمل کسی کے ایریا ہیں۔

میر محمد صادق عمرانی : جناب اسپیکر تقریباً "بارہ مرتبہ قائد حزب اختلاف کی تقریر میں مداخلت کی گئی۔ روایات کی باتیں چھوڑیں جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس اسمبلی

کی اپنی روایات ہے تو یہ بھی روایات ہے کہ جو مدخلت کر رہے ہیں بار بار تو جناب اسپیکر آپ ان کو روکے رہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : ہاؤس کے تقدس کا خیال رکھا جائے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل : جناب اسپیکر ہمارا قطعاً یہ ارادہ نہیں کہ ہم سردار صاحب کو ڈسٹرب کریں۔ ایسے ہی لگتے ہیں وہ تو۔ اگر آپ کہتے ہیں تو وہ بھی نہیں کریں گے۔ ڈسٹرب کرنے کا پروگرام نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ڈسٹرب ہوتے ہیں۔

سردار محمد اختر مینگل : کوشش تو آپ کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : جعفر صاحب قاعدے کے مطابق اگر کوئی رکن تقریر کر رہا ہو۔ تو اس میں مدخلت نہیں ہوتی۔

سردار محمد اختر مینگل : جناب اسپیکر تین ارب صرف ایک ڈسٹرکٹ میں

جمل گسی کی سڑکوں پر خرچ کئے جا رہے ہیں قائد ایوان اور وزیر خزانہ سے میں یہ سوال کروں گا آیا بلوچستان میں صرف ایک ہی ڈسٹرکٹ موجود ہے جس کا نام جمل گسی ہے دوسرا کوئی ڈسٹرکٹ موجود نہیں؟ ان کے لئے کیا رکھا گیا ہے؟ موجودہ بجٹ میں یا اس حکومت کی گزشتہ بجٹ میں ان کی بھی وضاحت کی جائے۔ چھبیس ڈسٹرکٹ ہیں ان میں صرف جمل گسی کے لئے تین ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں وہ بھی جمل گسی کاریزات کی صفائی کی جارہی ہے وہ بھی جمل گسی کھیر کے ساتھ کینال کے لئے خطیر رقم خرچ کی جارہی ہے وہ جمل گسی ہے بجلی کے منصوبے جمل گسی منتقل کئے جا رہے ہیں۔ اب ہم کیا سمجھے کہ وزیر اعلیٰ وزیر خزانہ یا وزراء کیا ان کا تعلق صرف ایک ڈسٹرکٹ سے ہے میرے خیال میں یہ تو بلوچستان کے وزیر ہیں اور بلوچستان کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ اگر ہمیں ڈسٹرکٹ تک محدود کرنا ہوتا تو ڈسٹرکٹ میں پہلے ہی ڈسٹرکٹ چیئرمین ہیں ٹاؤن چیئرمین ہیں۔ پھر اتنی بڑی وزراء کی فوج رکھنے کا فائدہ کیا تھا۔ اگر ان کو صرف بلوچستان کے بجٹ کا زیادہ تر حصہ اپنی ڈسٹرکٹوں میں خرچ کرنا ہے میرے

خیال میں وہ اس حوالے سے منتخب ہو کر نہیں آئیں۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ ہے میں یہ نہیں کہتا ہے کہ محل گسی کا کوئی حق نہیں ہے ہم سمجھتے ہیں ان کا حق ہے۔ بلوچستان کا ہر حصہ چاہے اس کی سرحدیں افغانستان سے ملتی ہیں چاہے اس کی سرحدیں ایران سے ملتی ہے یا صوبہ سندھ سے ملتی ہے ہر شخص ہر علاقے کا وہی حق بنتا ہے۔ جو ایک علاقے کو دیا جاتا ہے یہ بھی ہم سمجھتے ہیں کہ شاید فنڈز اتنے نہیں مگر اس کی تقسیم تو کم از کم منصفانہ ہوتی۔ چھبیس اضلاع میں صرف ایک ضلع کو ترجیح دی جا رہی ہے اس کی وجوہات کیا ہیں۔ اب جناب اسپیکر آتے ہیں زراعت کے شعبے پر زراعت کے شعبے میں ہر سال اڑتیس کروڑ روپے کے قریب خرچ ہوتا ہے۔ اگر ہم پچھلے سات سال کی (پی ایس ڈی پی) کے حوالے سے زراعت کے شعبے میں دیکھے تو ہر سال یہی اسکیمات ہمیں نظر آتے ہیں ان کا آؤٹ پٹ (Out Put) کچھ نہیں ہے آج تک لیکن اگر ہم ان اسکیمات کی افادیت کو دیکھ لیں تو وہ نہ ہونے کے برابر ہے جیسے کہ میں نے کہا کہ ان کی آؤٹ پٹ کچھ ہے نہیں تو افادیت بھی کچھ نہیں ہر سال کروڑوں روپے کا خرچہ لیکن فائدہ کچھ نہیں ہے تو سراسر ظلم ہے اس غریب صوبے کے ساتھ (پی ایس ڈی پی) کے صفحہ 2 پر کیپٹل کے مد میں دو کروڑ روپے خرچہ اور ریونیو کی مد میں نو کروڑ اٹھاون لاکھ روپے پر زراعت کے شعبہ میں خرچ کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے اگر یہ ریونیو پر خرچ کرنی ہے تو اس کو غیر ترقیاتی اسکیمات میں کیوں شامل نہیں کرتے۔ اس سے عوام کو تو ان کا حصہ نہیں مل رہی۔ روٹی امداد ہے لیکن آپ کے بجٹ سے تو جا رہا ہے۔ آپ دیکھے اپنے (پی ایس ڈی پی) میں۔

شہزادہ جام محمد یوسف : (وزیر) جناب فارین Foreign aid کے پروجیکٹ دو ہوتے ہیں نئے پروٹیکٹڈ Protected ہم کرتے ہیں باہر سے جو گرانٹس آتے ہیں یا Foreign Funding میا کی جاتی ہے جسے پھر ہم پروجیکٹ میں حکومت بلوچستان اپنی فنڈز میج کرتی ہے جو پروٹیکٹڈ ہو جہاں تک ایگریکلچر کے بارے میں وضاحت سے کہتا

ہوں کہ جتنی بھی دائرہ مینٹ پر گرا ہے۔ وہ ہر دہائی میں میرے خیال میں یہ کہوں گا کہ زیادہ تر لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اس میں لوگوں کی اپنی Participation بھی فائدہ ملی کہ وہ 30 فیصد رقم ادا کرتے انگریزوں کو پھر 70 فیصد انگریزوں کو مہیا کرتی ہے۔

سرور محمد اختر مینگل : میرے خیال میں جام صاحب اس کی وضاحت آخر میں کریں تو بہتر ہوگا۔ جناب اسپیکر میں سمجھتا ہوں جب زراعت کی بات آتی ہے تو ہم سمجھتے کہ زراعت سے زمینداروں کو فائدہ ہو مقامی لوگ جو ہیں کیونکہ کافی دنوں سے یہ بحث چلی آرہی ہے کہ بلوچستان کے لوگ کا ذرائع معاش کیا ہے۔ زمینداری ہے کھیتی باڑی ہے مگر یہ جو نو کروڑ ایک جگہ پر دو کروڑ دوسری کیپٹل کے لئے خرچ کئے جا رہے ہیں اس سے تو براہ راست مقامی زمینداروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ اگر فائدہ مل رہا ہے وہ پھر نان ڈولپمنٹ کے سائڈ پر جا رہا ہے۔ فارم کھولیں ہوئے ہیں کوئی مجھے بتادیں کہ آج تک اتنے زراعت کے حوالے سے آپ لوگ ڈولپمنٹ کر رہے ہیں۔ صوبائی حکومت کو اس سے ایک آنے کا بھی فائدہ ہے۔ زمینداروں کو اس سے ایک آنے کا فائدہ ملا ہے۔ نہیں۔ ہاں کچھ ملا زمین رکھے ہوئے وہاں پر شوشا کے لئے ایک دو سائٹ بورڈ لگا کر چھوڑ دیئے ہیں۔ کہ زرعی فارم بنائے گئے ہیں۔ مگر ان سے براہ راست پیکی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا جناب اسپیکر یہ حال ہمارے حیوانات کا ہے سارے کے سارا خرچہ ریونیو کی مدد میں جا رہا ہے۔ جب کہ رقم ترقیاتی اخراجات کے مد میں دکھائی دی جا رہی ہے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ بیرونی امداد ہے مگر بیرونی امداد آپ لوگوں کو دی جا رہی ہے وہ اس لئے کہ عوام کے فلاح و بہبود کے لئے خرچ کی جائے اس سے عوام فائدہ حاصل کریں جس چیز سے عوام فائدہ حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ چاہے وہ بیرونی امداد ہو یا اندرونی ہو یا جو بھی امداد کا نام دی آجائے۔ اس سے براہ راست عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اس امداد کا فائدہ کیا۔ امداد جو دی جا رہی ہے بلوچستان کو

اس لئے کہ اس سے مقامی لوگ یا یہاں کے زمیندار فائدہ حاصل کرے مگر آج تک دیکھے جا رہے کہ آج تک اس سے ایک ٹکے کا فائدہ بھی نہیں مل رہا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا یہ تمام پروجیکٹ ختم کر کے ان کے جو بھی اخراجات ہیں ان کو شفٹ کیا جائے ترقیاتی مد میں میرے خیال میں نو کروڑ سے ایک آدھ روڈ تو بن جائے گا۔ اس میں تو کچھ نہیں بنا نہ روڈ بن رہے نہ فارم بن رہے ہیں۔ نہ ان فارموں سے صوبائی حکومت کو کوئی آلو پیاز مل رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایریگیشن کے طرف آتے ہیں اس کی مد میں چھتو (74) کروڑ خرچ کئے جا رہے ہیں ان اسکیمات کے دائرے کو وسیع کر کے میرے خیال میں پورے بلوچستان کے تمام اضلاع میں خرچ کئے جائے تو بہتر ہوگا۔ سب کی نمائندگی ہونی چاہئے سب کو اس میں برابر حصہ دیا جائے مرکز سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صوبے کو اس کے حقوق دیئے جائے پہلے خود ہم یہ طے کرے کہ ہم نے مختلف اضلاع کو کیا کیا حقوق دیئے ہیں۔ اگر صوبے کے کچھ حقوق وابستہ ہے مرکز سے ہم اس توقع پر امید کر بیٹھے ہیں تو ضلع کے بھی کچھ حقوق ہے جو ہمارے صوبے سے وابستہ ہے ہم ان کا بھی کچھ خیال کریں۔ ہائیڈیا لوجی کے مد میں اس سال تقریباً چھ کروڑ چھتر لاکھ روپے جو مختص کئے گئے ہیں۔ ان میں سے تین کروڑ اکانوے لاکھ تریالیس ہزار روپے اوپڈا ہائیڈیا لوجی کو صرف تنخواہوں کے لئے دیا ہے۔ کیا یہ رقم ہم اپنے ایریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں ہائیڈیا لوجی کے شعبے کو مضبوط بنانے کے لئے صرف نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر حقیقت دیکھا جائے تو ہمارا اپنا صوبہ ایریگیشن کا محکمہ یہ کام با آسانی سے بخوبی کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی تصدیق جمید صاحب بھی کریں گے۔ کہ اگر یہ اختیارات خود صوبے میں ایریگیشن کو دیئے جائیں تو وہ بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر سال جو رگز Rigs خریدے جا رہے ہیں وہ بھی صوبے کا حصہ ہو جائیں گے اس فنڈ سے جو رگز مشین خریدے جا رہے ہیں وہ تو کم از کم صوبے کا تو حصہ بن جائیں گے جناب اسپیکر ویسے بھی واپڈا کے میرے خیال میں اسمبلی کے اندر

بھی شکایتیں سننے اور اسمبلی سے باہر بھی تو بھی جیسے کے مرکز میں جب کوئی حزب اقتدار سے باہر ہوتی ہے حکومت لوگ تو وہ فوج کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ جب اقتدار میں آتے ہیں تو اس فوج کو اپنا دست راست سمجھتے ہیں۔

یہاں پر بھی ایوان کے باہریکی تو داہڑا کو گالی گلوچ کرتے ہیں اس کو بے درد کہتے ہیں مگر ایوان کے اندر بحث کے سلسلے میں اس کی اتنی امداد اور مدد کی جاتی ہے کہ اس کی ہمت حوصلہ افزائی ہوتی ہے جناب اسپیکر اب میں ہیلتھ کی طرف آؤں گا وزیر صاحب بھی بیٹھے ہیں بولان میڈیکل کالج کے لئے آلات خریدنے کے لئے ہمارے وزیر صاحب محکمہ صحت اور سیکریٹری صاحب جاپان کا دورہ کر کے آلات سلیکٹ Select کر کے آئے ہیں ایک سوال بنتا ہے آیا ان کے ساتھ کوئی ٹیکنیکل آدمی بھی گیا تھا جہاں تک ہمارے علم میں ہے کوئی ٹیکنیکل آدمی ان کے ساتھ نہیں گیا تھا خود جا کر سلیکٹ کر کے آئے ہیں خود کلکٹ کریں گے اور خود ہی میرے خیال میں اس کی فیکسنگ اور فیڈنگ بھی خود کریں گے وہ ٹیکنیکل نہیں۔

سر دار محمد طاہر خان لونی وزیر صحت : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر صاحب میں ان کو صرف یہ بتا رہا ہوں کہ یہ سلیکشن جو ہے ہم نے نہیں کیا ہے یہاں کے جتنے پروفیسر ہیں انہوں نے خود کیا ہے ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ٹینڈر بھی نہیں ہوا ہے کیونکہ ہمارا بجٹ کم تھا اور جاپانی فرموں نے بہت ہائی ریش دیئے تھے تو ہم نے جاپان حکومت سے اپیل کی ہے اسی لاکھ روپے کی کمی تھی وہ پورا کر کے دے مگر انہوں نے اس سے انکار کیا اس کے بعد ابھی یہاں سے پھر نیا اسٹینٹ بن جائے گا اور بعد میں ٹینڈر ہوں گے۔

سر دار محمد اختر مینگل : میں اور آپ تو ٹیکنیکل نہیں ہیں نہ آپ کے سیکریٹری ٹیکنیکل ہیں نہ آپ ٹیکنیکل ہیں اور نہ میں۔

تو جناب میری بھی یہی گزارش ہوگی کہ اس میں کم سے کم ٹیکنیکل لوگ آپ

رکھیں۔

سردار محمد طاہر خان لوئی : (وزیر صحت) ہم تو صرف ٹینڈر کھولنے کے واسطے گئے تھے کہ کیا ریٹ ہے کیا ریٹ آرہے ہیں۔ ہم مشینری کو سلیکٹ کرنے کے لئے نہیں گئے تھے مشینری ہم سلیکٹ نہیں کرتے ہیں ہمیں تو صرف جاپان حکومت نے بلایا تھا تمہارے سامنے ہمارے سامنے فرم کے ٹینڈر ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : سردار صاحب آپ نے وضاحت تو کر دی ہے قاعدے کے مطابق ممبران کے تقریر کے بعد ٹریڈری ٹیچا کی طرف سے وضاحت ہوا کرتی ہے تو جتنے ممبران صاحبان تقریر کریں گے اس کے بعد پھر وزیر خزانہ اپنے تقریر میں یہ ساری وضاحت کریں گے۔

سردار محمد اختر مینڈگل : ان سے میری یہ گزارش ہوگی کہ اگلی دفعہ وہ جاپان جائیں کم سے کم ٹیکنیکل لوگ لے جائیں کیونکہ ہمارے بولان میڈیکل کالج پہلے سے بحران کا شکار بولان کا میڈیکل کالج نہیں ہے اس کو میں کہوں گا بحران میڈیکل وہ بحران کا شکار ہے پہلے سے فنڈز نہیں ہے اس کے پاس وسائل کی کمی ہے اس کے پاس اگر ہم نے اس کا حال اور دائرہ رکھا اور وہاں پر نان ٹیکنیکل لوگ لے گئے اور پھر لے آئے اور مشینری کھولی کہ اس کے کام کے نہیں ہیں تو پھر میرے خیال میں واپس لے جانا۔ ان کے لئے مشکل ہوگا میری تجویز ہے وزیر صاحب سے وزیر خزانہ یا لیڈر آف دی ہاؤس سے کہ کسی بھی ٹور پر ایسے لوگ بھیجے جائے جو اس شعبے سے تعلق رکھتا ہو کنسرن ٹیکنیکل لوگ بھی بھیجے جائیں اور یہاں پر دوسری پی ایس ڈی پی دیئے گئے صفحہ نمبر 35 میں اسکیم نمبر 146 بچوں کا ایک ہسپتال کونسل میں تعمیر میرے خیال میں جرمین ایڈ کے تحت بچوں کا ایک ہسپتال آل ریڈی قائم کیا گیا ہے میرے خیال میں کافی مقدار میں اس پر رقم خرچ کی گئی ہے۔ یہ اسی ہسپتال کا حصہ ہے یا دوسری ہسپتال ہے جس کے لئے پچیس کروڑ لاگت سے ایک اور سے بچوں کا ہسپتال کی تجویز دی گئی ہے ایک تو پہلے

جرمن فنڈ کے حوالے سے ایک پروجیکٹ کام کر رہا ہے تو اس کی کیا ضرورت پڑی ہے آیا وہ مکمل ہو گیا ہے انہیں ہم نے محسوس کیا ہے کہ اب ہمارے ضرورت سے بھی زیادہ ہے پھر ہم کسی کی تجویز پیش کرے نہ ابھی تو تم نے اس کو بھی نہیں آزمایا ہے پہلے والے پروجیکٹ کو ہم نے آزمایا نہیں ہے کہ انہیں کھینچی کتنی ہوگی اور اس میں لوگوں کا رش کتنا ہوگا ابھی تک وہ مکمل نہیں ہے ہم نے دوسری کے تجویز لے کر سامنے رکھ دیئے لیڈی ڈفرن جو کہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اس پر صوبے کی رقم کیا یہ ضروری ہے اور اگر دیکھا جائے تو یہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اس پر صوبے کی رقم کیا ضرور دینا تھی جس پر صوبے کی ایک بڑی رقم خرچ کی جا رہی ہے ہے بی ڈی اے کے حوالے سے میری تجویز ہے کہ بی ڈی اے کا ادارہ اور اب اس کا فنانس موجود نہیں ہے عملی طور پر آپ یہ اپنی افادیت بھی کھو چکا ہے لہذا اس ادارے کو بھی ختم کر کے عوام کا پیسہ ضائع ہونے سے بچا دیا جائے اگر وزیر صاحب کو آپ لوگوں کو جگہ کی منگوائی ہے ایڈجسٹ کر کے آپ کچھ دنوں کے لئے ہمارے طرف بھیجیں ہم اپنے ساتھ اس کو ایڈجسٹ کر لیں گے بھائی کوئی مرضی سے آتا ہے کوئی دھکے دے کر بھیجا جاتا ہے صوبے پر آپ لوگ رحم کھا کر کچھ لوگوں کو جو دھکے دے کر نکال دیں ہم کہتے ہیں نکال دیں۔ آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں اسی طرح کیو ڈی اے کو بھی دیکھئے کسی وقت میں وہ ادارہ موثر تھا مگر وہ دن بدن اپنی افادیت کھوتا جا رہا ہے۔ جناب اسپیکر واسا کا ادارہ اس کے بارے میں کیا کن میرے خیال میں اس کا دائرہ اختیار جو ہے وہ کوئی تک محدود ہے دیکھا جائے کوئی میں وزیر اعلیٰ کے گھر میں بھی اس کا پانی نہیں پہنچتا ہے اسپیکر صاحب ہمارے گئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے خود دیکھا کہ ان کے گھر میں بھی ٹینکر آتا ہے جب وزیر اعلیٰ کے گھر میں ٹینکر آئے گا۔ وزیروں کے گھر میں ٹینکر آئیں گے تو عام پبلک واسا سے کیا حاصل کریں گے اس ہاتھی کو گھاس کھانے کے لئے کیوں کہا ہے۔ آپ لوگوں نے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کو اس کی امپرومنٹ کے لئے دو کروڑ پچاس لاکھ

پی اے ڈی میں صفحہ نمبر 45 پر درج ہے میرے خیال میں یہ رقم ضائع ہوگی اگر پھر ان کو ایسی طرح کسی بیورو کرسی کے ڈسپوزل پر دیا گیا یہ پھر ضائع ہو جائے گی جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے عوام کے نمائندے ہیں جو عوام سے سیلکٹ ہو کر آتے ہیں ان کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو بھی عوام نمائندے ہیں چاہے بلدیات کے حوالے سے ہو یا صوبائی اسمبلی سے ہو ان کی ایک کمیٹی بنا دی جائے ان کے تجاویز کو زیر غور رکھ کر یہ رقم خرچ کی جائے پاور سیکٹر میں 71 کروڑ کی اسکیم کے لئے دس لاکھ روپے مختص کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے صفحہ نمبر 47 اسکیم نمبر 172 پر 71 کروڑ روپے کی ایک اسکیم اس کے لئے سال کے بجٹ میں صرف دس لاکھ رکھے گئے ہیں پاور سیکٹر میں دس لاکھ جو ہے ہماری بیورو کرسی کے دائروں کے نیچے پھنس جائے گا آگے یہ اسکیم کتنا کام کرے گی جو پرستنج لے جا رہی ہیں وہ تو اسی کے دائروں میں پھنس جائے گی دس لاکھ تو یہ گئے ضائع۔ اب پھر اگلے سال پھر دس لاکھ رکھے جائیں گے میری تجویز ہوگی جب میں کہوں گا وہ کہیں گے کہ فڈ ہی نہیں ہے ہم کہاں سے رکھے جو 71 کروڑ کی اسکیم دی جا رہی کم سے کم اس کے پرستنج کے حوالے سے اس کی رقم مختص کی جائے 71 کروڑ میں دس لاکھ تو کچھ بھی نہیں ہے وہ تو میرے خیال میں پی سی دن بنتے ہوئے خرچ ہو جائیں گے جناب اسپیکر صاحب صفحہ نمبر 49 اسکیم نمبر 176 جاری اسکیمات کی تکمیل کے لئے ہر سال پانچ سے دس کروڑ روپے رکھے جاتے ہیں ان کی تفصیل کبھی بھی نہیں دی جاتی رہے اسکیمات جو ہے ان کے لئے پانچ سے دس کروڑ روپے ہر سال رکھے جاتے ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سالانہ بجٹ میں بلکہ ایلوکیشن کی تفصیل دی جاتی لیکن معلوم نہیں کہ اس صوبے کی روایات ہے کہ کبھی بھی اس کی تفصیل نہیں دی جاتی لہذا اس قسم کی رقم کو ضرورت نہیں کیوں اسکیمات وقت پر مکمل نہیں ہوتی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ 1988ء کی اسکیمات آج تک آن گونگ میں چل رہیں میرے خیال میں نو سال کے قریب ہے اور 1985ء کے دور حکومت کی اسکیمات آج تک جاری ہے ان کے

لئے ٹائم لٹ رکھی جائے کہ اتنے وقت میں مکمل کرانا ہے۔ باقاعدہ اس کے لئے رقم مختص کی جائے۔ کیوں کہ منگائی کا رونا صرف ہم چیتے ہیں بلکہ عوام چیتے رہتی ہے کہ وہ دن بدن منگائی بڑھتی جا رہی ہے ظاہر ہے منگائی بڑھتی جائے گی وہ پروجیکٹ جو دس لاکھ میں 1988ء میں مکمل ہونا تھا۔ وہ اب مکمل نہیں ہو سکے گا۔

جناب اسپیکر! دوسرا ہم اتنے میں غیر ترقیاتی یا تھوڑی سی بریف جو ترقیاتی بجٹ پر ہے یا غیر ترقیاتی بجٹ جو کل پیش کیا گیا تھا جس کا میں نے نام فضول خرچیوں کا بجٹ رکھا ہے وہ فضول خرچیوں یا شاہ خرچیوں کا 1996-97ء کے لئے صوبہ بلوچستان کا یہ ترقیاتی بجٹ جو بارہ ارب چھانوے کروڑ روپے رکھا گیا ہے ہے این ایف سی ایوارڈ جو 1990 میں آیا تھا تو اس وقت پورے صوبے کا غیر ترقیاتی بجٹ بمشکل چار ارب تھا 90 میں جو غیر ترقیاتی بجٹ پیش کیا گیا تھا اس کا ٹوٹل جو ہے چار ارب 5 کروڑ کے قریب تھا ان چھ سالوں میں بھی گر دیکھا جائے تو تقریباً "دو سو فیصد ہمارا جو غیر ترقیاتی بجٹ ہے وہ ریورس کر گیا ہے اگر محکمہ جاری اخراجات پر ہم لوگ نظر ڈالیں تو میرے خیال میں اس میں پینسٹ قریب اخراجات پر ہم لوگ نظر ڈالیں تو میرے خیال میں اس میں پینسٹ قریب اضافہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ تقریباً "ملازمتوں کا سلسلہ وہیں کا وہیں ہے نئی بھرتی پچھلے چار سال سے تو ہو ہی نہیں رہی۔ بمشکل ایک ہزار کے قریب افراد کو محکمہ تعلیم اور دیگر محکمہ جات میں تقرری دی جاتی ہے جس کا مشکل خرچہ کروڑوں تو ہو سکتا ہے لیکن اربوں نہیں۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے خود وزیر اعلیٰ صاحب نے وزیر خزانہ اور دیگر وزراء صاحبان نے کہا تھا کہ اگر ہم صوبے کے ملازمین کی تنخواہ جو وزیر اعظم نے صدر کے ایشن کے وقت اعلان کیا تھا جاری کر دیں تو چھ کروڑ اور سات کروڑ کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ ایک ہفتے کی تنخواہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبے کے ملازمین کی ماہوار تنخواہیں تیس کروڑ ہو جائیں گی سالانہ اگر ہم اس کی تنخواہ لگائیں تو تین ارب تقریباً "ساتھ کروڑ کے قریب آکر بنتی ہے یہ ہے ہماری ملازمین کی تنخواہیں۔

ہم اس رقم میں اگر پچاس فیصد بھی اضافہ دکھائیں تو بھی یہ رقم پانچ ارب کے قریب ہو جاتی ہے تو ہائی پانچ ارب یا تین ارب کدھر گئے۔ نئی تنخواہیں جو مقرر کی گئی ہیں میں اس پر وضاحت کروں پھر وزیر اعلیٰ نے خود ہی کہا تھا کہ چھ اور سات کروڑ کے لگ بھگ وہ کھلی ہمارے ملازمین کی تنخواہیں ہیں۔ اگر منطقی ہم ان کا بریک اپ کریں تو تقریباً "تین کروڑ بنتی ہے سالانہ یہ دیکھیں تین ارب سات کروڑ بنتی ہے اب موجودہ حالات میں یا تنخواہیں پڑھا دی گئی ہیں یا ملازمین زیادہ پڑھا دیئے گئے ہیں۔ ان کا ہم اگر ٹوٹل کر کے پچاس فیصد بھی اضافہ کریں تو وہ بھی جا کر پانچ ارب کے قریب آکر بنتی ہے مگر ہمارا نان ڈولپمنٹ جو ہے بارہ ارب کے قریب ہے آٹھ ارب جو ہیں وہ پیسے کہاں گئے ان کی وضاحت ہونی چاہئے جہاں تک لاء اینڈ آرڈر کا تعلق ہے وہ تو خود ہم کہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر Situation بہت ہی خراب ہے خود ہماری وزراء صاحبان ہمارے ہوم منسٹر ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب یہ کہتے ہیں کہ نہیں بلوچستان کی امن و امان کی صورت حال دوسروں صوبوں سے بہتر ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ پھر بھی لاء اینڈ آرڈر کے Situation پر اتنی رقم کیوں کراچی کی جارہی ہے آپ کے سیکرٹری میں بھی یہ رقم خرچ کی جارہی ہے آپ کے سالانہ بجٹ میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ظاہر تو آٹھ ارب کو خرچ کرنے کی کوئی وجہ ہمیں تو نظر نہیں آتی یا وزراء صاحبان کی جو فوج ہے میں اسے فوج ہی کہوں گا ایک تو پاکستان کی فوج نے ناک میں دم کر رکھا ہے ایک بلوچستان کی وزارتوں کی فوج نے۔ اچھا دوسری بات جو اخراجات نان ڈولپمنٹ میں جی بی بی جی کی لہنگو ہے میں ایک پرانے اسکول کی لائبریری سے نہیں آپ لوگوں نے جو پیش کئے ہیں وہی میں پڑھ کر بتا رہا ہوں۔ لکھا میں نے ہے آپ نے جو پڑھا وہ دوسرے کا تھا۔ وہ غلط پڑھا ہے آپ نے میں تو کم سے کم اپنا لکھا ہوا پڑھ رہا ہوں وزیر اعلیٰ صاحب کا جو جیٹ طیارہ ہے بیرون ممالک۔ جی حکومت بلوچستان کا ہی چلو۔ حکومت بلوچستان کا جس میں وزیر اعلیٰ صاحب سفر کرتے ہیں حکومت بلوچستان سفر نہیں کرتی۔

وزیر اعلیٰ سکرٹ U ہیں اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ آیا ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کا طیارہ بیرون ملک کیوں جاتا ہے اور وہاں کی کرتا ہے یہ ان کی سکرٹ ہے ہم اس میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے اس کے علاوہ سکرٹ فنڈ کی مددات میں رقم جو خرچ کی جاتی ہے کیوں کہاں اور کس لئے خرچ کی جاتی ہے اس کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہے نہ اس کی کوئی فہمگوتائی جاتی ہے کیونکہ اس ملک میں میں تو کہہ چکا ہوں پتہ نہیں اب مجھ پر غدراری کا دعویٰ لگے گا یا نہیں لگے گا۔ ایک فوج کے خلاف بات کرنا غدراری تصور کی جاتی ہے اور سکرٹ فنڈ کے بارے میں بات کرنا وہ گناہ عظیم تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی کسی کو اختیار نہیں کہ کچھ بات کریں۔ تو دونوں میرے خیال میں الزامات مجھ پر آج ہی کے سیشن میں لگنے چاہیں۔ سکرٹ فنڈ کی۔ جی ہاں آپ ہمیں تفصیل دے دیں بالکل ایوان کو دے دیں تو بہتر ہے مجھے نہ دیں۔ نہیں نہیں ایوان کو دے دیں۔ ایوان مانگ رہا ہے (مداخلت) مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میرے خیال میں آپ پریس کانفرنس میں اس کو دے دیں۔ اب یہ گزشتہ۔ میرے خیال ہمیں بجٹ میں یہ باتیں کی جارہی ہیں کہ وزراء صاحبان کے لئے نئی گاڑیاں خریدی ہی نہیں دی جائے گی کما بھی جارہا ہے میرے خیال میں اس پر کسی حد تک عمل در آمد ہو رہا ہے مگر گاڑیوں کی اعلان کیا گیا ہے 94ء میں کہ نئی گاڑیاں نہیں لی جائیں گی۔ مگر گاڑیوں کے ماڈل دیکھے جائیں وہ چھانوے کے ماڈل ہیں جاپن کا معاہدہ ہونا ہے بلوچستان سے کہ 93ء میں ان کی چھانوے ماڈل کی گاڑیاں دی گئی ہیں۔ نہیں لی اچھا نہیں (مداخلت) وہ آپ لسٹ دیں گے کہ ہم نے کوئی گاڑی نہیں لی ہے جعفر صاحب صاحب جناب اسپیکر ایک اور فنڈ ہے جس کے بارے میں وضاحت کرنا چاہوں گا ہر سال ہمارے پی ایس ڈی پی میں سی این ڈبلیو کے حوالے سے اے ون نام دیا جاتا ہے ایک بجٹ کو سالانہ کروڑوں کے حساب سے اس میں رقم رکھی جاتی ہے اور اس کا استعمال بھی بے دردی سے کیا جاتا ہے اور اس کا کسی کو آج تک حساب نہیں ہے جس طرح اس کا نام اے ون دیا گیا ہے

اسی طرح اس کو اے ون طریقے سے خرچ کیا جاتا ہے۔ نا ہمارے یو کسی کتنی ہوشیار۔ ہے نام ایسا دیا ہوا ہے۔ اس کو کہ کبھی اس پر اعتراض نہ کر سکیں گے اے ون لاجواب اور اس کے خرچ کرنے کے طریقے بھی لاجواب۔ ایک فنڈ ہے جو سی اینڈ ڈبلیو میں رکھا گیا ہے اے ون نام دیا گیا ہے اس کو اور اس کے خرچ کرنے کے طریقے بھی اے ون ہے۔ جی خزانہ پر صحیح نہیں ہوں سی اینڈ ڈبلیو پر صحیح ہوں۔ ہاں واہ آپ بڑے ہوشیار ہو (مداخلت) تو میرے خیال میں اس فنڈ کو باقاعدہ طور پر اس بجٹ کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب بھی بیٹھے ہیں وزیر خزانہ کہیں وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے تو اس کو ختم کر دیا جائے کروڑوں روپے جو لاجوابی کے طور پر خرچ کہیں اس کو جواب طلبی کے حوالے سے خرچ کئے جائیں میں زیادہ طور پر یہ دیکھتا ہوں اس کا اثر جو ہے اے ون کا جو اثر ہمارے یو رو کسی اور وزراء صاحبان پر پڑتا ہے اور عوام پر ڈائریکٹ اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جناب اسپیکر اب یہ اس بجٹ کی جو ہم نے خامیاں دیکھی ہیں۔

اب یہ اس بجٹ کی جو خامیاں ہم نے آپ کے سامنے دیکھی ہیں پیش کی ہیں ظاہر ہے بات آئے گی ڈیو کسی پر ہاتھ اٹھانے پر تو بجٹ انشاء اللہ میں امید رکھتا ہوں کہ کامیاب ہو جائے گا ایک دوسری بات جو ہمارے وزیر خزانہ نے کہی ہے کہ نو ہزار بیٹ الخلاء بنائی گئیں (ہنسی) مثال جناب اسپیکر یاد آ رہا ہے کراچی میں بلدیاتی الیکشن ہو رہے تھے جو ایک امیدوار تھا جس کا تعلق لیاری سے تھا لیاری میں اکثریت الخلاء کا مسئلہ ہوتا ہے تو وہ جب اسٹیج پر کھڑا ہوا اس نے کہا کہ جب میں اقتدار میں آؤں گا جب میں منتخب ہو کر آؤں گا تو میں یہاں پر ٹنیاں قائم کروں گا وہاں بیٹ الخلاء کو ٹنیاں کا نام دیا جاتا ہے تو خیر کامیاب ہوا یا نہیں ہوا تو آج تک اس بندے کا نام عثمان ٹنی والا یاد کیا جاتا ہے تو ہم اس بجٹ کو بیت الخلاء کی بجٹ یا ٹنی والا بجٹ کہیں۔ جو کچھ اس کی بیت الخلاء کی۔ پہلے تو کسی کے پیٹ میں کچھ ڈالیں تو نکالنے کی فکر کریں۔ پبلک کا پیٹ خالی ہے

اس کے کالے کے لئے آپ جگہیں بنا رہے ہیں تو امید یہی ہے حکومت کی پہچان پر بیٹھے ہوئے دوستوں سے کہ وہ ان مسائل پر غور کریں گے یہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ میں آج اپوزیشن میں بیٹھا ہوا ہوں ہمارے لئے ہے سب کے لئے ہے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے کے لئے ہے کیوں ہم سب نے اپنے آپ کو پورہ کر لیں گے کہ ہم کرم پر چھوڑا ہوا ہی جو کچھ وہ ہمیں لکھ کر دیں آج تک ہم لوگوں نے ان سے نہیں پوچھا۔ آج جو وزیر خزانہ کی تقریر میں غلطیاں کی گئی ہیں وہ کس نے کی ہیں اس کی جواب طلبی ہوگی آپ کے سیکریٹری فنانس سے کوئی پوچھے گا کہ آپ کے وزیر خزانہ جس کی پاکستان کے حوالے تقریر سنائی جا رہی تھی جو آج اس کے لگنو مذاق بن گئے ہیں بلکہ پورا ملک ہمارے وزیر خزانہ کی تقریر پر ہنس رہا ہے مذاق اڑا رہا ہے اس کی کوئی چھان بین کی جائے گی کہ یہ کس کی غلطیاں ہیں نہ بھٹ آیا پیش ہوا آخر میں منظوری ہوئی ہاتھ اٹھائے جو میں نے کل کہا تھا کہ ڈکار لئے اور ختم۔ میں یہ توقع رکھوں گا اپنے دوستوں سے اس پر غور فرمائیں گے یہ میں نے تھوڑا سا بریف کیا ہے اور قائد ایوان سے درخواست کروں گا جب اس پر آخر میں بحث ختم ہو تو مجھے اجازت دی جائے کہ میں پر جرنل ڈسکشن کروں ٹینک یو Thank You جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : کوئی اور معزز رکن ڈاکٹر سردار محمد حسین صاحب۔
 ڈاکٹر سردار محمد حسین : جناب اسپیکر صوبائی حکومت وفاق سے اکثر امداد مانگتی ہے۔ لیکن کبھی بھی انہوں نے اپنے ذرائع آمدنی پر سوچا نہیں ہے۔ کہ ہم کس طریقے سے اپنے ذرائع آمدنی زیادہ کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں آج تک اس پر صحیح معنوں میں سوچا نہیں گیا ہے پلاننگ نہیں کیا گیا ہے۔ بلوچستان میں ریونیو کی مد میں 621 ملین کی آمدنی دکھائی گئی ہے۔ یعنی کہ گیس رائلٹی۔ وفاقی گرانٹس کے حوالے سے ہے۔ جو کہ صوبائی بجٹ کا پانی فیصد بنتا ہے۔ افراط زر کے حوالے سے شرح سے یہ بارہ سے تیرہ فیصد تک بنتا ہے۔ اس طریقے سے اگر دیکھا جائے کہ صوبائی حکومت کی آمدنی

بڑھنے کی بجائے گھٹ رہا ہے۔ اس کی جانب حکومت بلوچستان کو توجہ دینا چاہئے کیونکہ عوام کی اگر بھلائی کی بات کرتے ہیں تو پھر عوام کے مفادات کا تحفظ کے لئے سوچنا ہوگا۔ جناب اسپیکر قرضوں کی ادائیگی میں بارہ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے طریقہ کار کوئی وضاحت نہیں کیا گیا ہے میرے خیال میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ قرضوں کی ادائیگی ٹیکسوں کی ادائیگی یا سبسڈی مد میں ہونے والے اخراجات ہماری حکومت پرے نہ کر سکے۔ اس مد میں تقریباً 26 فیصد کٹ بھی ہو رہا ہے۔ بجٹ کا چھبیس فیصد خرچ ہو رہا ہے۔ اس کا سوال یہ ہے کہ حکومت اس ضمن میں کیا کر رہی ہے اس کے پاس کوئی سالڈ (Solid) پروگرام ہے۔

کہ وہ اس چیز کا تدارک کرے میں اپنے حوالے سے حکومت بلوچستان کو تجویز دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری حکومت یہ جو پیسے اس مد میں خرچ کر رہے ہیں وہ کمرشل پلاٹ لے۔ کمرشل اسکول کھولے۔ وہ ہوٹل خریدے جو پیسے اس طریقے سے حاصل ہو وہ اس مد میں خرچ کر سکتے ہیں۔ اس میں ہمارے بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ ہو اور اس میں ہمارے غریب عوام کو اس کا فائدہ مل سکے۔ جناب پنشن پچھلے سال سات سو سترہ ملین تھی اس سال چار سو ستمتیس ملین پنشن کے لئے ہے یعنی دو سو اسی ملین کم ہے حکومت کی آمدنی پنشن پر خرچ ہوگی میں پنشن کی مخالفت نہیں کرتا ہوں میں اس کے حق میں ہوں یہ ضروری آئیٹم ہے ہر ایک کو ملنا چاہئے لیکن اس کا کوئی طریقہ کار ہونا چاہئے۔ جیسا کہ میں نے گزارش کیا اگر پنشن کے حوالے سے ہم اپنے یہ پیسے کسی کمرشل مقاصد میں لگائیں اس میں جو آمدنی ہوتی ہے وہ پنشن کو دے دیں۔ تو شاید اس سے ہماری حکومت کو فائدہ ہوگا۔ جناب میرا اور پورا انٹ پبلک سیکٹرز ڈیولپمنٹ پروگرام کے حوالے سے ہے۔ پبلک سیکٹرز کے اعداد و شمار بجٹ میں ریلیکٹ عیاں تھے ہوتے QDA کو سبسڈی دکھائی گئی ہے۔ جبکہ انڈس 95 ملین رکھی گئی ہے۔ اور اس میں بھی اگر غور کریں تو تضاد ہے۔ آیا ہمارے پاس ٹیکنکل آدی نہیں ہیں جو بجٹ کی خامیوں

کا پہلے سے نوٹس لیتے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ کہ پچھلے سال کیوڈی اے کا بجٹ ڈیڑھ کروڑ خسارے کا دکھایا گیا ہے۔ میرا اور پوائنٹ یہ ہے کہ غیر ترقیاتی منصوبوں پر بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ خرچ ہوتا ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے جیسے سردار اختر صاحب نے فرمایا نان ڈو پلپمنٹ پروگرام میں جو جاری اسکیمات ہیں جناب اسپیکر اگر دس سال تک چدرہ سال تک اگر جاری اسکیمات کے حوالے سے پیسے خرچ کریں اور باقی اضلاع کو کوئی اسکیمات نہ دیں تو کیا باقی اضلاع کے ساتھ انصاف ہے میری گزارش ہے حکومت بلوچستان سے اس کا نوٹس لے۔

میرا اور پوائنٹ گزشتہ سال چودہ بلین کوئٹہ امپروومنٹ ٹرسٹ کو دیا گیا۔ 62 بلین داسا کو دیا گیا اور 142 بلین Environmental improvement کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اگر یہ رقم کوئٹہ میں خرچ ہوئی ہے یا بلوچستان میں خرچ ہوئی ہے میرے خیال میں اس کے اثرات بلوچستان کے عوام کے سامنے آنے چاہئے تھے لیکن آئے دن آپ اخبار میں پڑھا ہو گا یا لوگوں کی زبانی سنا ہو گا۔ کوئٹہ میں کئی مسائل ہیں۔

کوئٹہ میں پانی کا مسئلہ ہے روڈوں کا مسئلہ ہے میرے خیال میں وہ سب کے سامنے ہیں اگر اس مد میں اتنے پیسے رکھے گئے ہیں تو آیا یہ کہاں خرچ ہوئے کیسے خرچ ہوئے اس کے لئے میری گزارش ہے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے کہ وہ اس چیز کا نوٹس لیں اگر انہوں نے اس مد میں رکھے ہیں اور پیسے Concerund ڈیپارٹمنٹ کو دیئے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ ان کا حساب لیں اور اس کے لئے ایک کمیٹی مقرر کریں تاکہ اس چیز کا صحیح پتہ چلے کہ آیا عوام کے فلاح و بہبود کے لئے یہ کام ہوا ہے یا صرف اور صرف پیسے خرچ کئے گئے ہیں یا کھائے گئے ہیں مہربانی جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر : اب اسمبلی کی کارروائی 23 جون 96ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اسمبلی کی کارروائی ایک بج کر چدرہ منٹ پر مورخہ 23 جون 1996ء صبح گیارہ بجے تک

